قرآن کی فکری اور فنّی عظمت

ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی' لیکچرر شعبہ دینیات' مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ

ابتدائے آفرینش سے ہی انبیاء کرام جیسی برگزیدہ اور مقدس ہستیاں بنی آدم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث کی جاتی رہی ہیں۔ اس ضرورت کے پیش نظر انبیائے کرام کو صحیفے اور کتابیں بھی دی گئیں۔ انبیائی بعثت کے اس مقدس سلسلے کی آخری کڑی محسن انسانیت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل امینؑ کے ذریعہ وحی کی شکل میں قرآن مقدس سے نوازا گیا۔

اسلام ایک کامل دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ قرآن مجید اس ضابطہ الٰہی کی ایک مستند تحریری کتاب اور سیرت پاک اس ضابطہ حیات کی عملی تفسیر ہے۔ قرآن کسی بھی شعبہ زندگی کو تشنہ نہیں چھوڑتا' خواہ وہ شعبہ سیاسی ہو یا معاشی' انفرادی ہو یا اجتماعی' عائلی ہو یا ازدواجی' مادی ہو یا روحانی اور عدالتی ہو یا پارلیمانی' غرض یہ کتاب ہر معاملہ زندگی اور ہر گوشہ عالم میں راہبر و راہنما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایمان و ایقان کی نعمت عظمیٰ سے شرف یاب ہونے والوں کو تلقین کرتا ہے :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَافَّةً..... ﴾ (البقرہ : ۲۰۸)

"اے ایمان لانے والو! اسلام میں پوری طرح سے داخل ہو جاؤ"۔

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص خطہ ارض یا قوم کے لئے نہیں بلکہ جغرافیائی حدود و قیود سے بالا ہو کر پوری دنیائے انسانیت کے لئے تشریف لائے' اس لئے قرآن پاک کچھ طبقوں اور فرقوں کے لئے ہی نہیں اور نہ ہی مخصوص خطوں اور گوشوں کے لئے ہے بلکہ پوری انسانیت اور زندگی کے ہر شعبے کے لئے ضابطہ اور دستور الٰہی کی حیثیت سے نعمتِ عظمیٰ ہے۔ قرآن پاک کی اہمیت و حیثیت کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ یہ خاتم

النبیین ﷺ پر نازل ہوا۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا' اس لئے انسانیت کی ہدایت کا جو ضابطہ آپؐ کو دیا گیا وہ وقتی نہیں ہے بلکہ مستقل اور قیامت تک کے لئے ہے۔ قرآن پاک الہامی کتاب ہے' اس پر تو تمام مسلمانان عالم کا ایک ایمان و ایقان ہے ہی' لیکن اس کتاب کے اندر ایسی نمایاں ترین خصوصیات موجود ہیں جن کی روشنی میں اغیار بھی اعتراف حقیقت سے گریزاں نہیں ہو سکتے' بشرطیکہ وہ جانبداری اور تعصب کے حصار سے نکل کر دیانتداری کا ثبوت دیں۔ ذیل میں قرآن پاک کے فکری اور فنی پہلوؤں پر قدرے مبسوط جائزے سے قبل اس کے چند امتیازات مرقوم کئے جاتے ہیں :

امتیازی خصوصیات

۱) اس کتاب زندہ کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ دنیا کا ہر مصنف یا محقق جو اپنی شاہکار تخلیق پیش کرتا ہے وہ چاہے جتنا بڑا عالم ہو' وہ اس بات کے اظہار کی جرات نہیں کرتا کہ اس کی پیش کردہ کتاب کی ہر ہر بات اور اس کی ہر ہر شق حق و صداقت پر مبنی ہے۔ اگر ہمہ دانی کے زعم میں اور خود توقیری کے جذبے سے معمور ہو کر وہ یہ بات کہتا بھی ہے تو مرورِ زمانہ اس کے دعویٰ کو بے حقیقت اور باطل ثابت کر دیتا ہے۔ آج بڑے سے بڑا نظریہ جس پر دنیا مخصوص مدت میں ہی سہی' ایمان لے آتی ہے وہی نظریہ بعد کے آنے والے ماہرین کے ذریعہ رد کر دیا جاتا ہے' لیکن یہ قرآن پاک کا ہی امتیاز ہے کہ اس کے خالق نے اس کی تمام تر صداقت و سچائی کا اعلان بھی مقدمہ کتاب کے اندر ہی کر دیا۔ فرمایا "ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ" (البقرہ : ۲) یعنی یہ ایسی کتاب ہے جس کے بارے میں شبہ نہیں۔ یہ کوئی دعویٰ محض نہیں تھا بلکہ چودہ صدیوں پیشتر کی پوری تاریخ اس کی صداقت پر روشن دلیل ہے کہ آج تک یہ کلام اصلاح و ترمیم کے مرحلے سے نہیں گزرا اور نہ ہی تغیر و تبدل کا شکار ہوا۔

۲) دوسری چیز جو اس کتاب ہدایت کے الٰہی کلام ہونے پر شہادت فراہم کرتی ہے' وہ یہ کہ کوئی انسان جب اپنی کتاب تصنیف کرتا ہے تو وہ مقدمہ کتاب میں عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنی کم مائیگی علم اور بے سرو سامانی کا شکوہ کرتے ہوئے

دوسروں کے لئے ہدیۂ تبریک اور کلماتِ تشکر پیش کرتا ہے اس لئے کہ دوران تالیف و تصنیف وہ دوسرے ذرائع کی مدد حاصل کرتا ہے' علماء وماہرین کی طرف رجوع کرتا ہے' نیز تجربہ رکھنے والوں اور دقیقہ شناسوں کی راہنمائی حاصل کرتا ہے۔ اس کے تذلل و خاکساری کے اظہار کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس کے کلام میں انانیت یا تکبر کا شائبہ ہو تو کم از کم حساس اور باضمیر لوگوں کی جانب سے یہ کتاب خراج تحسین حاصل نہیں کرپاتی اور مؤلف یا مصنف قدر و احترام کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن پاک کے اندر خواہ مقدمہ کتاب ہو یا کوئی اور حصہ' کہیں بھی عاجزی کا اظہار نہیں ہوتا اور نہ ہی دوسروں کے لئے تشکر و امتنان کے کلمات کہے جاتے ہیں بلکہ جگہ جگہ یہ تذکیر کرائی جاتی ہے کہ یہ کلام غالب' مقتدر اور علیم و خبیر ہستی کی طرف سے ہے بلکہ اس اعلان حقیقت سے اس کتاب کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور اس میں بڑا وزن آجاتا ہے۔ رہی بات خراج عقیدت حاصل کرنے کی تو اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی قرآن مقدس کے سامنے عقیدت و احترام کے سر جھکا دیئے ہیں۔

۳) تیسری اور بڑی اہم چیز جو قرآن پاک کے خدائی کتاب یا آسمانی کلام ہونے کے موقف کی تائید کرتی ہے وہ اس کا بعینہٖ محفوظ و مامون ہونا ہے۔ دنیا کا کوئی مصنف یا مترجم اپنی کسی تالیف یا تصنیف کے بارے میں اس کی حفاظت کا ضامن نہیں ہوتا' زیادہ سے زیادہ اس مفہوم میں وہ اپنی زندگی تک اس کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے کہ وہ اپنی کتاب میں نہ ہی کوئی تبدیلی کرے گا اور نہ ہی اسے کسی قسم کے تغیر کا نشانہ بننے دے گا۔ حالانکہ انسان کی زندگی میں بسا اوقات ناگزیر حد تک تبدیلی و ترمیم کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ وہ ماضی کے حالات کا نہ تو استقصاء کرسکتا ہے اور نہ ہی مستقبل کے بارے میں حتمی اور قطعی بات کہہ سکتا ہے اور اگر ایسا ہے تو ضروری ہو جاتا ہے کہ ایک کتاب جو آج سے کچھ برسوں پیشتر تصنیف و تالیف کا جامہ پہن چکی ہے' اس کے اندر حالات زمانہ کے تغیر کے لحاظ سے تبدیلی و اصلاح کی جائے اور اسی ضرورت کے پیش نظر ایک کتاب کے کئی ایڈیشن نکلتے ہیں' اور شاید ہی کوئی ایڈیشن حذف و اضافہ سے پاک ہوتا ہے۔ بالفرض حالات زمانہ سے بے اعتنائی برت کر اور اپنی عقل پر پردہ ڈال کر کوئی مصنف ایک حرف بھی نہ بدلنے

کا تہیہ کر لے تو اس کی یہ کتاب خامیوں اور نقائص کے ساتھ اس کی زندگی ہی تک محفوظ رہ سکتی ہے۔ اس کی موت کے بعد یقینی طور پر وہ کتاب اصلاح و تبدیلی کے مرحلے سے گزرتی ہے یا پھر ضائع ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک کا نازل کرنے والا علیم و خبیر ہے۔ وہ دلوں کے اسرار سے واقف ہے' ماضی' حال اور مستقبل کے تمام تر احوال و کوائف سے باخبر ہے۔ اس لئے قرآن کے مالک کو حالات زمانہ کے تغیر کے لحاظ سے اپنی کتاب کے کئی ایڈیشن منظر عام پر نہیں لانے پڑے اور اپنی اس کتاب میں ہی تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل یہ اعلان فرما دیا تھا :

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ﴾

(الحجر : ۹)

"بلاشبہ ہم نے ہی اس "ذکر" (قرآن) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

اور سچ یہ ہے کہ اقوام و ملل کے ایک طویل سلسلے کی آمد و رفت ہوئی' حق و باطل کے متعدد معرکے گرم ہوئے' اللہ و رسول کے دشمنوں کی مختلف ٹولیاں سامنے آئیں اور حق کی شعاعوں کو بجھانے اور باطل کو فروغ دینے کے لئے ہر دور میں فرعون و نمرود پیدا ہوتے رہے لیکن اس کتاب الٰہی کا ایک حرف بھی ادھر سے ادھر نہ کر سکے۔ قرآن اپنے آغاز نزول میں جن الفاظ کے ساتھ تھا' انہیں الفاظ میں اب بھی محفوظ و مامون ہے۔ جن اصولوں کی وہ تشہیر و تبلیغ صدیوں پہلے کر رہا تھا وہی اصول آج تک قرآن کے موضوعات ہیں اور جن افکار و نظریات کا علم لے کر اس پر آشوب اور پر فتن دور میں اپنے انوار کی تجلیاں بکھیر رہا تھا اس کی یہی معنویت آج تک برقرار ہے اور تاقیامت رہے گی۔

۴) چوتھی خاص بات جو قرآن کو کتاب الٰہی ثابت کرنے میں اہم مقام رکھتی ہے وہ یہ کہ دنیا کی کوئی کتاب قرآن کے مثل اتنی زیادہ عقیدت کے ساتھ نہ پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی سمجھی جاتی ہے۔ اس کا معاملہ دوسری کتابوں کے بالمقابل بالکل منفرد ہے۔ اربوں کی تعداد میں لوگ دنیا کے مختلف گوشوں میں کم از کم پانچ اوقات پابندی کے ساتھ اسے پڑھنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس کے بغیر وہ اپنے مذہب کے نمائندہ نہیں ہو سکتے۔ اس

لحاظ سے اس کی تلاوت کو عالمگیر حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ تمام مسلمان بھی جن کا تعلق کسی قدر بھی اسلام سے ہے وہ قرآن کو سمجھنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں کیونکہ یہ ایک ضابطہ زندگی ہے جو پوری انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا سامان فراہم کرتا ہے اور جو خوش قسمتی سے مسلمانانِ عالم کو امانت کے طور پر نبی عربی محمد ﷺ کے ذریعہ ملا ہے۔ چنانچہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم و تفسیر کا ایک مقدس سلسلہ چل پڑا ہے جس سے عام لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔

۵) قرآن کی ان تمام خصوصیات کے علاوہ ایک اور خصوصیت بھی ہے وہ یہ کہ تیئس سال میں نزول کے باوجود قرآن کے کسی حصہ میں تضاد و تناقض نظر نہیں آتا۔ انداز و اسلوب کے پر کشش ہونے میں کمی و بیشی کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اگر قرآن بشری کلام ہوتا تو اس طویل عرصے میں کہیں نہ کہیں اختلاف لفظی و معنوی ضرور پایا جاتا جو تقاضائے بشریت ہے۔ انسان کی عمر اور حالات کے ساتھ اس کے جذبات و خیالات اور تعبیرات و تشریحات میں تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے جس کی عکاسی کلام و بیان اور تحریر میں لامحالہ نظر آتی ہے۔ لیکن قرآن ابتدائے وحی سے اختتام وحی تک ایک ہی لہجہ و اسلوب' عمیق فکر اور ربط و تسلسل کے ساتھ نازل ہوتا رہا۔ چنانچہ اول سے آخر تک وہی قدسیت و کبریائی اور وہی شان و عظمت یہاں ناطق نظر آتی ہے۔ قرآن کے منکروں کے لئے اس باب میں یہی جواب کافی ہے' جیسے فرمایا :

﴿ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ' وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴾ (النساء : ۸۲)

"کیا وہ قرآن کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتے' اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو وہ اس میں بہت سارے اختلافات پاتے"۔

قرآن انقلاب کا پیغامبر

آفتاب حق طلوع ہونے سے قبل پوری دنیائے انسانیت میں بالخصوص عرب کا خطہ بڑا ہی قابل رحم تھا۔ حق و باطل' صحیح و غلط' جائز و ناجائز' خیر و شر اور مستحسن و قبیح کے

معاملے میں زاویہ فکر بدلا ہوا تھا۔ معاشرے میں کفرو شرک اور الحادو بے دینی کی تیز و تند ہوائیں چل رہی تھیں۔ قبائلی اور گروہی تعصب نیز باہمی عداوت کی بھٹیاں سلگ رہی تھیں۔ انہیں نادیدنی حالات میں حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تھی۔ قرآن جو رسالت کی دلیل کی شکل میں آپ کو دیا گیا تھا اس کے ذریعہ معاشرے میں حق و صداقت کی شعاعیں بکھیری جارہی تھیں۔ یہ کتاب لوگوں کے دل و دماغ کو بدل رہی تھی' سوچنے سمجھنے کے انداز کو مہذب کر رہی تھی اور فاسد افکار و خیالات کی بیخ کنی کرتے ہوئے اقدار صالحہ کے فروغ میں سرگرم عمل تھی۔ اس نے اپنے ہی جیسے انسانوں کی پرستش' دوسرے معبودان باطل کی عظمت و تقدیس اور کسی خاص قبیلے یا گروہ کے خدا ہونے کے زعم باطل پر تیشہ چلادیا نیز انسانیت کے سامنے یہ واضح کردیا کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کے آگے سر اطاعت جھکا دینا خود اپنے نفس اور خالق حقیقی پر ظلم ہے اور یہ ایک ایسی شنیع اور رذیل حرکت ہے کہ اس کے ارتکاب کے بعد انسان اشرف المخلوقات کی بلندیوں سے گر کر ارذل المخلوقات کی پستیوں میں چلا جاتا ہے۔

قرآن پاک کے نزول کے بعد جو تبدیلیاں رونما ہوئیں انہیں تین شقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) معاشرتی تبدیلی (۲) سیاسی تبدیلی (۳) اخلاقی تبدیلی۔

تعصب اور چشمک کے دلدل میں پھنسے رہنے کی وجہ سے قوم کا تصور ہونے کی بجائے اہل عرب کے یہاں قبیلے کا تصور کار فرما تھا۔ جب ان صحرانشینوں میں قرآن پاک کتاب ہدایت بن کر نمودار ہوا تو اس نے اپنی تابانیوں سے دوسروں کے دل و دماغ کے دریچوں کو بھی کھول دیا۔ تعصب کی چنگاریاں ٹھنڈی پڑ گئیں' قتل و غارت گری کے لامتناہی سلسلے سے انسانی معاشرے کو نجات ملی' عورت جو سراپا ذلت و تحقیر تھی' عزت و توقیر کا سبب بن گئی نیز وہ اپنے تمام حقوق سے متمتع ہوئی اور مجموعی طور پر انسانیت نے پھر اپنے شرف و عظمت کا لبادہ زیب تن کرلیا۔

دوسری قسم کی تبدیلی سیاسی نوعیت کی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں کے یہاں قوم کا وسیع تصور نہیں تھا۔ قبائلی اور گروہی تعصبات میں وہ مست تھے۔ قبیلے ہی کے لئے جیتے اور قبیلے ہی کے لئے مرتے تھے۔ حرب داحس و غبراء اور حرب بسوس' یہ دو ایسی تاریخی

جنگیں ہیں جو انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ یہ دونوں جنگیں گروہی تعصب اور منافرت و چپقلش کی شاہکار مثالیں ہیں۔ قرآن نے جب عرب کے بدوؤں میں اپنی روشن شعاعیں بکھیریں تو ان کے فکر و نظر کا زاویہ بدلا' عداوت و منافرت کے جذبات سرد پڑے' امن و سکون کا بول بالا ہوا' بشردوستی اور انسانیت نوازی کا چلن عام ہوا اور اس طرح ان کے سیاسی معاملات بھی مہذب ہوئے۔

اخلاق و آداب کی تہذیب و تزئین کے ضمن میں بھی قابل ذکر تبدیلی رونما ہوئی۔ اس سلسلے میں اسلام نے جن مبنی بر حکمت تعلیمات سے عالم انسانیت کو مستفیض کیا ان کا عشرِ عشیر بھی دوسرے مذاہب و نظریات میں نظر نہیں آتا۔ حیا و پاکدامنی' غض بصر' عفو و درگزر' عدل و انصاف اور ایفائے عہد و پاسداری امانت کے باب میں قرآن نے ایسی تعلیمات دیں کہ انسان اندر سے بدل گیا۔ شراب نوشی اور جوابازی سے نفرت' چوری و زناکاری سے بعد اور فریب دہی و دغابازی سے احتراز و اجتناب کے ایسے زریں اسباق قرآن پاک نے سکھائے کہ انسانی معاشرہ شر و فساد کا باغی اور خیر و فلاح کا علمبردار اور سچا پیامی بن گیا۔ غرضیکہ ہمہ جہت انقلاب و تبدیلی قرآن حکیم کی ہی مرہون منت ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اس انقلاب کو قرآن و اسلام کی دین قرار دیتے ہوئے کہا گیا :

·IT REVOLUTIONIZED THE SOCIAL, POLITICAL, INTELLECTUAL AND ECONOMIC LIFE OF ARABS. IT BROUGHT WITH IT A GOSPEL WHICH IN ITS PHILOSOPHY AND SPIRITS SUBSTANTIALLY DIFFERED FROM THE PHILOSOPHY AND SPIRITS OF ARAB LIFE· (1)

"اس نے عرب کے سماجی' سیاسی' علمی اور معاشی زندگی کو یکسر بدل دیا۔ یہ اپنے ساتھ ایک ایسی صداقت لے کر آیا جو اپنے فلسفہ و روح میں عربوں کے فلسفہ حیات اور اس کی روح سے بالکل مختلف تھا"۔

قرآن چونکہ مذہب اسلام کا ایک دستور ہے جو قیامت تک پوری دنیا کی ہدایت و فلاح کے لئے ہے۔ لہٰذا اگر اس کے کتاب الٰہی ہونے پر شک کیا جاتا ہے یا قرآنی تعلیمات

کے سلسلے میں قیل و قال کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام کی اساس اور بنیاد کو کمزور کیا جاتا ہے۔ مشہور مؤرخ "جرجی زیدان" کے بقول :

"اسلام کی اساس قرآن مجید ہے۔ اس کی تائید میں خود اسلام یا عرب کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کے سلسلے میں یہی اعتقاد صحابہ کرام کے دلوں میں جاگزیں تھا۔ جب جنگوں میں فتح و تسخیر کے علم گاڑ دیئے گئے تھے اور وہ روم و ایران کی حکومتوں پر غالب ہو گئے تو ان کا اعتقاد اس بات پر اور بھی مضبوط ہو گیا کہ عرب کے علاوہ کوئی دوسرا فریق کبھی غالب نہیں آ سکتا' بشرطیکہ قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے"۔ [۲]

احمد حسن زیات کے بقول اس کلام کے اندر کسی شک و ریب اور تردد و پس و پیش کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں کذب و بطلان کا کوئی گزر نہیں ہے۔ یہ برتر ہستی کی جانب سے نازل کی ہوئی آیات ہیں۔ یہ آپ کی دعوت کی موید اور آپ کی امت کے لئے ایک ضابطہ اور دستور حیات ہے۔ [۳]

پروفیسر فلپ کے حتّی کا قرآن پاک سے متعلق یہ تبصرہ بجا ہے :

"THE RELIGIOUS INFLUENCE IN EXERCISES AS THE BASIS OF ISLAM AND THE FINAL AUTHORITY IN MATTERS, SPIRITUAL AND ETHICAL IS ONLY ONE SIDE OF THE STORY" [۴]

"قرآن روحانی اور اخلاقی امور میں اسلام کی اساس اور قول فیصل کے طور پر جو اثر رکھتا ہے یہ تصویر کا ایک رخ ہے"۔

فرانسیسی مستشرق گولڈ زیہر (GOLDZIHER) کا یہ اعتراف بھی صداقت پر مبنی ہے :

"IT IS THE HOLY WRIT OF ISLAM, REGARDED BY MUSLIM ORTHODOXY AS THE ETERNAL WORD OF GOD, KALAMULLAH REVEALED TO THE PROPHET MOHAMMAD FOR PREACHING IT TO ALL PEOPLE" [۵]

"یہ مذہب اسلام کی ایک مقدس کتاب ہے جسے مسلم اعتقاد کے مطابق خدا کا ابدی کلام یعنی کلام اللہ مانا جاتا ہے۔ یہ محمد ﷺ پر نازل ہوا تا کہ پوری انسانیت کو (رشد و ہدایت کا) سبق سکھایا جائے"۔

قرآن کی دینی عظمت

یہ کتاب مقدس تعلیمات کا مجموعہ ہے' ہدایت و رہنمائی کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اختلافات و امتیازات ختم کر کے ایک شاہراہ پر گامزن رکھنے کا ذریعہ ہے۔ یہ تاریکیوں کا پردہ چاک کرنے کا محرک اور کائنات و مسائل زندگی کی مخفی اشیاء کی توضیح و تشریح کا سامان فراہم کرنے والی کتاب ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بیجانہ ہو گا کہ قرآن پاک ہادی اور مرشد ہے' مؤدِّب اور معلم ہے' منذِر اور مبشِّر ہے' مُصلح اور معوِّم ہے' محسن اور مبین ہے' نیز مجمل اور مفصل ہے۔ سورۃ البقرہ میں اس کتاب سے متعلق فرمان ہے : "ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیهِ" (البقرہ : ۲) (یہ الکتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے) ایک جگہ فرمایا گیا : "هٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْهُ" (الانعام : ۱۵۵) (یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے بابرکت بنا کر نازل کیا ہے بس اس کا اتباع کرو) ایک جگہ اور اس کتاب عظیم کو اعمال و افعال کا رجسٹر کہا جاتا ہے : "وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْبَرَ اِلَّا فِی کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ" (یونس : ۶۱) (چھوٹی بڑی ہر چیز اس کتاب میں درج ہو گی)' ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے : "کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ" (ابراہیم : ۱) (یہ ایک کتاب ہے جسے میں نے تمہاری طرف اتارا تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ)۔ ایک جگہ اختلافات و تنازعات کا سدباب کرنے والی کتاب قرار دیا گیا' جیسے فرمایا : "وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیهِ" (النحل : ۶۴) (ہم نے تم پر قرآن مجید اس لئے نازل کیا ہے کہ تم ان کے لئے اس چیز کو واضح کر دو جس میں اختلاف ہو گیا ہے) ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے : "وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً" (النحل : ۸۹) (ہم نے تم پر قرآن مجید نازل کیا ہر چیز کی وضاحت' سراپا ہدایت اور رحمت کے طور پر)

قرآن پاک کی شرعی اور دینی حیثیت اس کتاب کے ہر ہر صفحہ پر بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طریقوں سے پوری طرح عیاں ہے۔ اس ضمن میں چند مندرجہ ذیل

ارشاداتِ نبوی بھی ملاحظہ کئے جائیں۔

حضرت حارث الاعور سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب کہ فتنے برپا ہوں گے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول پھر ان فتنوں سے نکلنے کا کیا ذریعہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کتابُ اللّٰہ" کیونکہ اس میں تم سے قبل کے حالات' تم سے بعد کی چیزیں اور تمہارے مابین واقع ہونے والے معاملات درج ہیں اور وہ قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کوئی ہزل یعنی ظرافت' ہنسی اور مذاق نہیں ہے۔ جو شخص اسے چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کردے گا' اور جو شخص کسی اور کتاب میں ہدایت کو تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کردے گا۔ قرآن ہی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ وہی ذکر حکیم اور وہی صراط مستقیم ہے۔ قرآن ہی ایسی چیز ہے جو نفسانی خواہشات کو لغزش میں نہیں لا سکتی۔ زبانیں اس کے ساتھ گڈمڈ نہیں ہو سکتیں اور اس کی جانب دعوت دینے والا راہ راست کی طرف ہدایت پاتا ہے"۔ {۶}

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "بلاشبہ وہ آدمی جس کے سینے میں قرآن پاک کا کوئی حصہ (محفوظ) نہیں ہے اس گھر کی طرح ہے جو ویران ہو گیا ہو"۔ {۷}

دارمیؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ

"اللہ پاک کے نزدیک آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے ان سب سے قرآن ہی زیادہ محبوب ہے"۔ {۸}

شیخینؒ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ تم میں سے اچھا (اور ایک روایت میں افضل) وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور اسے دوسروں کو سکھائے"۔ {۹}

قرآن پاک کی ادبی حیثیت

قرآن ایک مکمل ضابطہ زندگی ہے جسے اللہ عزوجل نے پوری انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ حق و باطل' جائز و ناجائز اور حلال و حرام میں اس کی حیثیت فرقان کی

ہے۔ یہ کتاب انسانیت اور بشردوستی کا سبق سکھاتی ہے، ظلم وعدوان کے خلاف آواز بلند کرتی ہے، تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتی ہے۔ اپنے ہی جیسے انسانوں کی غلامی کے قلادے کو بنظر حقارت دیکھتی ہے اور انسانیت کے لئے نجات دہندہ ثابت ہوتی ہے۔ یہ قرآن کتاب ہدایت بھی ہے اور کتاب انقلاب بھی۔ یہ ایسی تعلیمات کا مخزن ہے جن کے ذریعہ حقیقی معنوں میں زندگیاں انقلاب آشنا ہو جاتی ہیں۔ لیکن یہ قرآن پاک کا دینی اور شرعی پہلو ہے۔ اس کا ادبی پہلو بھی دنیا کی دیگر تالیفات و تصنیفات کے مقابلے میں فصاحت و بلاغت کی ثریا کو پہنچا ہوا ہے۔ قرآن پاک جب نبی اکرم ﷺ پر اترا تو فی الحقیقت اس نے تمام منافی اسلام اعمال و مظاہر پر ضرب لگائی اور جاہلیت [۱۰] کی بنیاد پر قائم کی گئی عمارت زمیں بوس ہو گئی۔ یہی نہیں بلکہ ادبی لحاظ سے جاہلیت کے ان علمبرداروں کو زیر کر دیا جو فصاحت و بلاغت کے معاملے میں اپنے علاوہ دوسروں کو گونگا کہتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ فکری اور نظریاتی دونوں لحاظ سے قرآن پاک نے جاہلیت کے نام لیواؤں کو چیلنج کیا۔

اپنی شہرت یافتہ تصنیف ہسٹری آف دی عربس میں مشہور مستشرق "فلپ کے حٹی" لکھتے ہیں :

"THOU THE YOUNGEST OF THE EPOCH MAKING, THE QURAN IS THE MOST WIDELY READ BOOK EVER WRITTEN, FOR BESIDES ITS USE IN WORSHIP, IT IS THE TEXT BOOK FROM WHICH EVERY MUSLIM LEARNS TO READ ARABIC." [11]

"اگرچہ قرآن مجید عہد آفریں کتابوں میں سب سے کم عمر ہے۔ لیکن دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے کیونکہ عبادت میں اس کے استعمال کے علاوہ یہ ایک درسی کتاب ہے جس کے ذریعہ مسلمان عربی زبان پڑھنا سیکھتا ہے"۔

چنانچہ قرآن مجید ایک طرف دینی اور مذہبی سرمایہ ہے تو دوسری طرف زبان و ادب کے لحاظ سے بے مثل نمونہ ہے۔ زبان و ادب کے اسی دائرے میں ہی قرآن پاک کا اصل اعجاز دیکھا جا سکتا ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ قرآن ایک

معجزہ ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی دلیل کے طور پر عطا کیا گیا۔ یہیں سے یہ بات نکلتی ہے کہ قرآن کسی مخصوص وقت اور کسی محدود خطۂ ارض کے لئے ہی نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے اور پوری انسانیت کے لئے معجزہ ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کی بعثت پوری دنیا کے انسانوں کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہوئی اس لئے یہ کتاب بھی جو بطور معجزہ آپ ؐ کو نوازی گئی عالمگیر اور ابدی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ صفِ اول کے علماءِ عرب کا اس کلام ربانی کے سامنے عجز و درماندگی کا ثبوت دینا ہی اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ یہ قرآن رہتی دنیا تک کے لئے معجزہ ہے' کیونکہ انہیں اپنی فصاحت لسانی پر ناز تھا اور زبان و بیان کے لحاظ سے ہمہ دانی کے مدعی تھے مگر اس کے مقابلے میں کوئی ایک چیز ایسی نہیں پیش کرسکے جسے دنیا قرآن کے فکری و فنی اعجاز کے ہم پلہ سمجھتی۔

وجہِ اعجازِ قرآن کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف پائے جاتے ہیں۔ کچھ حضرات تو موضوع و مقصد کی بلندی و پاکیزگی کو قرآن کی اصل وجہ اعجاز قرار دیتے ہیں تو بعض دوسرے علماء نیرنگی مضامین و مطالب اور پیشین گوئیوں کی موجودگی کو۔ ادباء کا ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جو دلکش فصاحت' پر زور طرز استدلال' حیرت انگیز بلاغت نیز واضح اور مبرہن مسلک کو سبب اعجاز بتاتا ہے۔ قرآن پاک کے اعجاز کے سلسلے میں مذکور الاول دونوں آراء کے مقابلے میں تیسری رائے کے اندر بڑی موزونیت ہے۔ ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے وقت جو عرب مخاطب تھے وہ جاہلیت کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان کے فکر و خیال کا دائرہ محدود تھا۔ حق و ناحق' صحیح و غلط اور جائز و ناجائز ان تمام حدود کو پھلانگ جاتے تھے اور نہ ہی وہ اس بات کے مدعی تھے کہ علم غیب ان کی میراث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی بھی فلسفی اور عالم الغیب ہونے کا انہوں نے دعویٰ نہیں کیا۔ دعویٰ جب بھی کیا تو اپنی فصاحت و بلاغت کا۔

یہ سچ ہے کہ وہ زبان و بیان کے شہسوار تھے۔ اس میدان میں ان کا کوئی مثیل و معاند نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فصاحت و بلاغت کا امام و پیشوا سمجھتے تھے اور غیر عرب کو اپنے سامنے گونگا اور بے زبان کہہ دینا بھی اپنا حق سمجھتے تھے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن مجید کا اعجاز وسعت فکر و نظر' خوبی تراکیب' مضامین کی بلندی'

موضوعات کی نیرنگی، پیشین گوئی اور دوسری تمام فکری اور فنی خصوصیات کو محیط ہے۔ لیکن قرآن پاک کی اصل وجہ اعجاز اس وقت تک سامنے نہیں آسکتی جب تک کہ نزول قرآن کے وقت مخالفین و مشرکین کے حالات کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ قرآن اگر موضوعات کی بلندی، نیرنگی مضامین اور پیشین گوئیوں کے لحاظ سے بلندیوں پر ہے تو اسے اصل معجزہ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عرب کبھی بھی فکر و نظر کی وسعت و ہمہ گیری اور بلندی و پختگی پر نازل و فاخر نہ تھے۔ اگر وہ ہمہ دانی کے مدعی تھے تو زبان و بیان کے دقیقہ شناس ہونے کی حیثیت سے اور قرآن پاک نے ان کے اس زعم کو بھی توڑ دیا۔ شاعری کے امام اور قدرت بیان میں لاثانی عرب اس کلام کو سننے کے بعد محو حیرت ہو گئے۔ انہوں نے اسے نہایت عجیب و غریب چیز قرار دیا۔ وہ ششدر و سراسیمہ اور حیران و پریشان تھے کہ کلام کے مروجہ اقسام میں اسے کس صنف میں شمار کیا جائے۔ انہوں نے اضطراب و بے چینی کی حالت میں کبھی اسے شاعری کہا، (الانبیاء : ۵) کبھی سحر قرار دیا (الاحقاف : ۷) اور کبھی کاہنوں کی سجع بندی (الطور : ۲۹) سے تعبیر کیا۔ قرآن پاک کو ان اصناف کلام میں شمار کرنا جو ان کی حواس باختگی کا سبب بنیں، فن و ادب کے لحاظ سے اعجاز قرآن کا درخشاں ثبوت ہے۔

عرب کے اس معاشرے میں جب کہ نزول قرآن کا مبارک سلسلہ جاری تھا کفار و مشرکین اس کلام الٰہی کو انسانی کلام قرار دینے پر بضد تھے۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ اسے حضور اکرم ؐ کی ذات، آپ کے اصحاب اور کچھ ماہرین فن کی طرف منسوب کر دیں۔ حالانکہ وہ اس حقیقت سے واقف تھے کہ یہ کوئی انسانی کلام نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ان کی جاہ و حشمت پر ضرب پڑ رہی تھی، کرسی واقتدار چھن رہا تھا اور آباء و اجداد کے دین کا قصر پیوند خاک ہو رہا تھا اس لئے کلام مقدس کو بے وزن بنانے کے لئے اسے انسانی کاوش قرار دیا اور بیک وقت آپ کی نبوت کی تکذیب کے لئے دو حربے استعمال کئے۔ ایک طرف تو نبی کریم ﷺ اور آپ ؐ کے اصحاب پر بے جا اعتراضات کے وار کئے گئے اور ان کی شخصیتوں کو نشانہ تضحیک بنایا گیا اور دوسری طرف قرآن پاک کی طرف انگشت نمائی کرتے ہوئے کہا گیا کہ ہم بھی ایسا کلام پیش کر سکتے ہیں۔ جب قرآن کے مالک کو کفار و

مشرکین کی یہ ادا پسند نہ آئی تو علی الاعلان یہ کہہ دیا ﴿ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ○ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ ﴾ (الصافات : ۱۵۶، ۱۵۷) "یا پھر تمہارے پاس (اپنی ان باتوں کے لئے) کوئی واضح سند ہے تو لاؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو"

تاریخ شاہد ہے کہ قرآن پاک کے اس چیلنج پر وہ خاموش رہے' تب پھر قرآن پاک نے صرف اس جیسی دس سورتوں کے پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔ فرمایا : "قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيَاتٍ" (ہود : ۱۳) (اے نبیؐ! آپؐ فرمادیجئے کہ تم لوگ اس جیسی خود ساختہ دس سورتیں ہی لے آؤ) ممکن ہے پوری کتاب یا اس جیسی دس سورتیں پیش کرنا دقت طلب یا دشوار گزار ہو اس کے پیش نظر قرآن پاک نے انہیں رخصت دی اور پھر کہا کہ ایک ہی سورۃ لے آؤ۔ قرآن کا یہ بیان سنئے :

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ... ﴾ (البقرہ : ۲۳)

"ہم نے جو کچھ اپنے بندے (محمد عربیؐ) پر نازل کیا ہے اگر اس سلسلے میں تم شک و ریب میں مبتلا ہو تو اس جیسی کوئی ایک سورۃ ہی لے آؤ"

قرآن کے مثل پوری ایک کتاب پیش کرنا یا دس سورتیں لے آنا تو دور کی بات تھی وہ ایک سورۃ بلکہ ایک آیت بھی پیش کرنے سے عاجز و قاصر رہے اور قرآن کے مالک نے ان کی سرتاپا عجز و درماندگی کو دیکھ کر تمام جن و انس کے لئے چیلنج کر دیا جو قیامت تک کے لئے ہے۔ فرمایا :

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○ ﴾ (الاسراء : ۸۸)

"کہہ دیجئے (اے نبیؐ!) اگر تمام جن و انس ایکا کرلیں اس بات پر کہ وہ اس قرآن کا مثل پیش کر دیں گے تو اس جیسا کلام کبھی پیش نہیں کر سکتے' خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں"۔

تاریخ شاہد ہے کہ قرآن مجید کے ان چیلنجوں کے سامنے زبان و بیان کے ائمہ عرب

مجبور محض ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے انتھک جدوجہد کی کہ اس جیسی کتاب پیش کر کے **محمد** عربی ﷺ پر نازل شدہ خدائی کتاب کو انسانی کاوش و تخلیق کا مظہر قرار دیا جائے لیکن ان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ انہیں شکست و ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ قرآن نے ان کے دعوائے محض اور خواب خیالی کو پیش کرتے ہوئے ان کی بے بسی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے :"لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا" (الانفال : ۳۱) (اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کلام کہہ سکتے ہیں) اور صدیوں کی تاریخ شاہد ہے کہ قرآن پاک پر کیچڑ اچھالنے اور اس کتاب مقدس کو انسانی کاوشوں کی طرف منسوب کرنے والے لوگ بھی قرآن کے چیلنج کے مطابق کچھ پیش کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ ایک دن نہیں بلکہ حیات طیبہ کی طویل مدت تک مطالبہ کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ جنگوں کا لامتناہی سلسلہ بھی چل پڑا' رشتے ناطے کٹ گئے' احوال و اسباب تلف ہو گئے' قیمتی جانیں چلی گئیں اور سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن کا معارض پیش کرنے پر قادر ہوتے تو جانوں' مالوں اور عزتوں کا لٹ جانا گوارا نہ کرتے۔

تاریخ میں بہت سارے واقعات ہیں جن سے قرآن کے اصل اعجاز کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ بالاختصار چند واقعات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں :

واقعات کی فہرست میں ایک واقعہ ولید کا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ قرآن کے خلاف ابوجہل نے ولید کو کچھ کہنے کا حکم دیا تو اس پر اس نے کہا کہ میں کیا کہوں۔ خدا جانتا ہے کہ تم لوگوں میں مجھ سے بڑھ کر کوئی شخص شعر' رجز' قصیدہ اور اشعار جاننے والا نہیں ہے۔ مگر واللہ جو بات وہ کہتا ہے ان میں سے کسی چیز کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتی اور واللہ محمد ﷺ کے قول میں جس کو وہ پیش کرتے ہیں شیرینی اور لطافت ہے اور اس کلام کا بالائی حصہ ثمردار ہے تو اس کا زیریں حصہ شکربار اور اس میں شک نہیں کہ وہ کلام ضرور بالاتر ہوگا اور اس پر کسی کو بلندی حاصل نہ ہوگی' اور یہ بھی یقینی ہے کہ وہ اپنے سے کمتر درجہ والی چیزوں کو پامال کردے گا۔ {۱۲}

ایک دوسرا واقعہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ حضرت عمرؓ قبول اسلام سے پہلے گروہ کفار کے سرکردہ تھے لیکن جب اپنی بہن کی زبانی سورۃ طٰہٰ کی

چند آیات پردۂ سماعت سے ٹکرائیں تو وہ سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی عاجزی سے درخواست کی کہ مجھے بھی دولت اسلام سے سرفراز فرمائیں۔ {۱۳}

تیسرا واقعہ ہجرت حبشہ سے متعلق ہے۔ جب ظلم و ستم کی چکیوں میں پیسے جانے والے اصحاب نبیؐ دعوت و تبلیغ کے لئے حبشہ کو ہجرت کرتے ہیں تو نجاشی کے دربار میں سورۂ مریم کی چند آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔ نجاشی پر ان آیات کریمہ کا جو اثر ہوتا ہے اسے حق و صداقت کی تاریخ میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ {۱۴}

خلافت راشدہ کے بعد کے ادوار میں بھی مسیلمہ کذاب اور سفاح نامی لوگوں نے قرآن کی تکذیب کرتے ہوئے انکار نبوت پر بھی اصرار کیا اور بعد کی صدیوں میں بھی قرآنی چیلنج کو قبول کرنے کے لئے سعی نامشکور کا سراغ ملتا ہے' اس سلسلے میں عبداللہ بن مقفع کا واقعہ {۱۵} بہت مشہور اور عجیب و غریب ہے۔ اس واقعہ سے متعلق ایک مستشرق کا بیان سنئے:

> *·THE LITERACY EXCELLENCE OF THE QURAN WAS NOT UNFOUN DED IS A FURTHER EVIDENCE BY A CIRCUMSTANCE WHICH OCCURED ABOUT A CENTURY AFTERTHE ESTABLISHMENT OF ISLAM·.* {۱۶}
>
> "قرآن کے ادبی کمال سے متعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ بے بنیاد نہیں ہے۔ اس کی صداقت ایک ایسے واقعے سے ثابت ہو جاتی ہے جو قیام اسلام کے تقریباً ایک صدی بعد وقوع پذیر ہوا"۔

واقعہ یہ ہے کہ منکرین مذہب نے دیکھا کہ قرآن اپنی شیرینی و دلاویزی سے اذہان و قلوب کو متاثر کرتا جارہا ہے اور مذہب کی شعاعیں روز بروز کرۂ ارض پر بکھرتی جارہی ہیں تو انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اس کے جواب میں ایک کتاب تیار کی جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ان کی ساری توجہات عبداللہ بن مقفع کی طرف مرکوز ہوگئیں۔ چونکہ یہ بڑا زبردست انشاء پرداز اور اپنے زمانے کا ذہین و طباع ادیب تھا۔ اسے اپنے اوپر اعتماد تھا۔ لہٰذا وہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا اور اس نے یہ عہد کیا کہ وہ ایک سال کے

اندر ہی یہ مہم سر کر لے گا۔ البتہ اس نے یہ شرط لگائی کہ اس کے لئے ضروریات کی ساری چیزیں فراہم کر دی جائیں تا کہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اس عہد و میثاق کو عملی جامہ پہنا سکے۔ اس کے مطالبات کے مطابق ضروریات کی اشیاء فراہم کر دی گئیں اور اس نے اپنی اس مہم کا آغاز کر دیا۔ جب نصف مدت گزر گئی تو اس کے ساتھیوں کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کام کہاں تک پہنچا ہے۔ چنانچہ جب وہ اس کے پاس گئے تو اس حال میں پایا کہ وہ عجز و درماندگی کی حالت میں بیٹھا ہوا ہے۔ قلم اس کے ہاتھ میں ہے اور اس کے پاس پھاڑے ہوئے کاغذات کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اس فصیح اللسان ادیب نے اپنی پوری قوت صرف کر کے قرآن کا جواب لکھنے کی کوشش کی لیکن اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور اس نے انتہائی عاجزی و پریشانی کے عالم میں اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ صرف ایک فقرہ لکھنے کی جدوجہد میں اس کے چھ ماہ گزر گئے مگر وہ کچھ نہ لکھ سکا اور پھر ناامید و شرمندہ ہو کر اس خدمت سے دستبردار ہو گیا۔ {۱۷}

مذکورہ بالا چند واقعات کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ایک معجزہ ہے۔ کوئی شخص بھی اگر اس کی تعلیمات کو شکوک و شبہات کا ہدف بناتا ہے یا اس کے خدائی کلام ہونے کا انکار کرتا ہے تو اس کے انکار کی معنویت اور اس کے دعویٰ کی صداقت اسی وقت قابل قبول ہو سکتی ہے جبکہ وہ اس معجز و مقدس کلام کا ثانی پیش کر دے۔ قرآن کے چیلنج پر کفار و مشرکین کا رویہ جو بھی رہا ہو حقیقت یہی ہے کہ "لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا" کی رٹ لگا کر اپنی عاجزی کا ثبوت پیش کرتے رہے اور عملاً بھی انہیں شکست و ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حجت باقی رہی اور معجزہ ثابت ہو گیا۔ {۱۸}

غیر مسلم علماء کے تاثراتِ قلبی

قرآن پاک کی فکری اور فنی حیثیت پر مسلمانوں کے علاوہ دیگر افکار و مذاہب سے منسلک افراد بھی اپنے قلبی تاثرات و احساسات کا اظہار کرتے ہیں۔ انہوں نے جس فراخی ذہن اور کشادہ ظرفی کے ساتھ قرآنی فکر و فن کی عظمت پر گویائی کی ہے یہ پہلو بھی

قرآن پاک کے اعجاز کو ثابت کرتا ہے۔

Karlonalinues نے اپنی کتاب "تاریخ آداب العربیہ" میں لکھا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ادب و انشاء کی اس شاہراہ پر گامزن نہ ہو سکے تھے جو بعد میں قرآن پاک کے ذریعہ تیار کی گئی تھی [۱۹]۔

مشہور یورپین مورخ حتّی قرآن پاک کو فکر و فن کا راہبر و راہنما قرار دیتے ہوئے گویا ہے :

·AT THE TIME OF MOHAMMAD THERE WAS NO WORK OF THE FIRST ORDER IN ARABIC PROSE; THE QURAN WAS THEREFOR THE EARLIEST, AND HAS EVER SINCE REMAINED THE MODEL PROSEWORK. ITS LANGUAGE IS RHYTHMICAL AND RHETORICAL, BUT NOT POETICAL. ITS RHYMED PROSE HAS SET THE STANDARD WHICH ALMOST EVERY CONSERVATIVE ARABIC WRITER OF TODAY CONCIOUSLY STRIVES TO IMITATE·[۲۰]

"محمد ﷺ کی بعثت کے وقت عربی نثر کا باضابطہ سرمایہ موجود نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کو پہلا مدون عربی نثر ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ قرآن (عربی نثر کا) ہمیشہ نمونہ بنا رہا۔ اس کی زبان مسجع اور مقفی ہے لیکن شاعرانہ یا منظوم نہیں۔ اس کے مقفی نثر نے ایک ایسا معیار قائم کر دیا ہے جس کی تقریباً ہر قدیم مصنف آج بھی نقل اتارنے کی جدوجہد کر رہا ہے"۔

گولڈ زیہیر (Goldziher) ایک فرانسیسی عالم ہے اس کی بہت ساری باتیں تعصب اور جانبداری پر مبنی ہیں لیکن اسلام اور قرآن سے متعلق اس کی بعض باتیں دیانت دارانہ رجحان کی غماز ہیں۔ قرآن پاک کے سلسلے میں وہ اپنی کتاب میں ان الفاظ میں مدح خواں ہے :

·THE PREACHING OF MOHAMMAD INVOLVING THE REFORMS OF RELIGION AND SOCIAL LIFE, ARE SUMMERICAL IN LITERACY FROM IN A BOOK WHICH APART FORM ITS GREAT SIGNIFICANCE IN THE HISTORY OF RELIGION IS ALSO REMARKABLE, BEING

THE FIRST BOOK IN ARABIC, THIS IS THE QURAN. [۲۱]

"مذہب اور سماجی زندگی کی اصلاحات پر مشتمل محمد صلی اللہ علیہ کی تعلیم کا خلاصہ ادبی شکل میں ایک کتاب کے اندر موجود ہے جو تاریخ مذاہب میں عظیم اہمیت کی حامل ہونے کے علاوہ عربی ادب میں بھی ایک قابل ذکر کتاب ہے اور عربی میں پہلی کتاب ہے جس کا نام قرآن مجید ہے"۔

جرجی زیدان کے بقول :

"قرآن مجید کا ادبی کمال اور اس کی اثر انگیزی اور بھی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے جب ہم اس حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں کہ صرف اس کی عظمت کی بناء پر ہی عربی بولنے والی مختلف قوموں کی مقامی بولیاں جداگانہ زبانیں نہیں بننے پائیں۔ جس طرح ممالک یورپ میں رومانی زبانیں ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں"۔ [۲۲]

پروفیسر نکلسن کے اس خیال میں وزن ہے کہ قرآن کے اثر سے عربی زبان تمام اسلامی دنیا کی متبرک زبان بن گئی"۔ [۲۳]

ڈاکٹر جانسن کا یہ تاثر بجا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے مطالب ایسے مناسبت وقت کے حامل اور عام فہم ہیں کہ دنیا انہیں آسانی سے قبول کر سکتی ہے"۔ [۲۴]

دیومت شاستری ایک ہندو محقق اور مبصر ہیں۔ ان کی اس رائے میں صداقت ہے کہ

"قرآن پر ہر ذی شعور عالم اس لئے فریفتہ ہوتا ہے کہ اس میں دل کو چھو لینے والا انوکھا انداز ہے' شدت' زور اور خطابت ہے' نیا نظریہ اور نئی چھتا ہے۔ قرآن سوچ اور فکر کے لئے ایک نیا تصور پیش کرتا ہے۔ کسی بھی ذی فہم مفکر کو قرآن کا اسٹائل' اس کی گرامر اور قوت گویائی اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے"۔ [۲۵]

قرآن کریم ضابطہ زندگی اور سرچشمہ ہدایت ہے۔ ساڑھے چودہ سو سال قبل جبکہ ہر خطہ ارض کفر و شرک اور الحاد و بے دینی کی لپیٹ میں تھا۔ اخلاق' انسانیت نوازی' اور بشر دوستی کی ساری قدریں پامال ہو چکی تھیں۔ سیاست و معیشت اور تمدن و معاشرت کے معیارات فاسد ہو چکے تھے۔ بالخصوص عرب کا خطہ تمام قسم کی جہالتوں کا مرکز تھا۔ اس پر آشوب ماحول میں نزول قرآن کا مقدس سلسلہ سراپا نور و ہدایت ثابت ہوا۔ اس نے

انسان کو تاریکیوں سے نکال کر منارۂ نور دکھایا اور عرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے انسانیت کو درخشاں اور منور کیا۔ گویا مشرق و مغرب کے چپے چپے میں اپنے انوار کی تجلیوں سے قرآن نے ہر شعبہ زندگی میں انقلاب برپا کیا اور اس طرح اولاد آدم کو انسانیت کی معراج نصیب ہوئی۔

قرآن پاک کے فکری انقلاب کے اس درخشاں پہلو کے علاوہ قرآن پاک کا ادب بھی عروج کی انتہاؤں کو چھوتا نظر آتا ہے۔ قرآن جس خطہ ارض میں اپنے انوار کی کرنیں بکھیر رہا تھا وہ فکری لحاظ سے چاہے بنجر ہو لیکن فن و ادب کے لحاظ سے زرخیز و شاداب تھا۔ دنیائے علم و فن کی امامت و پیشوائی کے دعویدار فصحائے عرب اپنے علاوہ دوسروں کو زبان و بیان کے لحاظ سے نااہل بلکہ گونگا قرار دیتے تھے۔ قرآن مقدس نے ان کے علمی پندار کو توڑ دیا۔ قرآنی ادب کی عظمت کے سامنے ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں' اعضاء و جوارح شل ہو گئے اور ان کے ذہن و دماغ کا توازن کھو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ چاہے فکری لحاظ سے قرآن کی حیثیت دیکھی جائے یا پھر زبان و ادب کی میزان پر اسے تولا جائے ہر دیدۂ بینا جو تعصب کی عینک اتار کر صداقت پر نظر رکھتا ہو یہ کہنے پر مجبور ہے کہ قرآن پاک ہدایت کی عالمگیر کتاب اور فکر و فن کا عظیم ترین سرچشمہ ہے۔

حوالہ جات و حواشی

{۱} انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' ج ۴' طبع جدید' ص ۹۵

{۲} جرجی زیدان' تاریخ التمدن الاسلامی' ج ۲' (اردو ترجمہ) ص ۴۴

{۳} احمد حسن الزیات' تاریخ الادب العربی' ۱۹۳۰ء مطبع الرسالہ' قاہرہ' ص ۸۰

{۴} فلپ کے حتی' ہسٹری آف دی عربس' طبع ششم' ۱۹۵۸ء' نیویارک' ص ۱۲۷

{۵} گولڈ زیہر' اے شارٹ ہسٹری آف عربک لٹریچر' ص ۱۹

{۶} محمد بن عیسیٰ ابو عیسیٰ الترمذی' جامع الترمذی' ابواب فضائل القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ج ۲' ص ۶۱۴

{۷} ولی الدین محمد بن عبداللہ' مشکوۃ المصابیح' فضائل القرآن' المطبع المجتبائی' دہلی' ص ۱۸۶

{۸} عبداللہ بن عبدالرحمٰن' سنن الدارمی' ۱۳۴۹ھ: دمشق' ص ۴۴۱

{۹} محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، ج ۲، ۱۹۳۸ء، دہلی، ص ۷۵۲

{۱۰} جاہلیت مادہ "ج ہ ل" سے مشتق ہے اور اسم فاعل جاہل سے صیغہ نسبت ہے۔ جاہلیت سے مراد ہے زمانہ قبل از اسلام کے عربوں کی حالت (لسان العرب) اور دعوت اسلام سے قبل بالخصوص ہجرت نبوی سے پہلے کا زمانہ۔ کیونکہ اس عہد کے جزیرۃ العرب میں مشرکین عرب کا سیاسی اور سماجی قانون مروج تھا جو کسی وحی و الہام کا پابند نہ تھا (الکشاف) قرآن پاک میں اس لفظ کا استعمال چار جگہوں پر ہوا ہے۔ آل عمران : ۱۰۴ میں ظن الجاھلیہ، المائدہ : ۵۰ میں افحکم الجاھلیہ، الاحزاب : ۳۳ میں تبرج الجاھلیہ الاولی اور الفتح : ۲۶ میں حمیہ الجاھلیہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جہل سے مراد لاعلمی کے علاوہ درشتی، سختی، بربریت، خشونت، اکھڑپن، قوانین الہیہ سے ناواقفیت اور حالت کفروبت پرستی بھی ہے۔ عمرو بن کلثوم کے مندرجہ ذیل شعر میں اکھڑپن، درشتی اور سختی کے مفہوم کی تعبیر ملتی ہے :

الالایجھلن احد علینا - فنجھل فوق جھل الجاھلین

جاہلیت کا پہلا دور تو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوحؑ بقول جمہور حضرت عیسیٰؑ سے پہلے زمانہ تک شمار کیا گیا ہے اور جاہلیت کا آخری دور حضرت عیسیٰؑ سے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے آغاز تک کا زمانہ بلکہ بعض کے نزدیک ہجرت نبویؐ تک کا زمانہ ہے (الکشاف بحوالہ اردو دائرہ المعارف الاسلامیہ مادہ "ج ہ ل" موضوع جاھلیہ" ج ۷، طبع اول صفحہ ۸)

{۱۱} "فلپ، کے، حتی" ہسٹری آف دی عربس، طبع ششم ۱۹۵۸ء، نیویارک، ص ۱۲۶

{۱۲} سید قطب، التصویر الفنی فی القرآن، طبع سوم، دار المعارف، مصر، ص ۲۴

{۱۳} شاہ معین الدین ندوی، خلفائے راشدین ج ۱، ۱۹۷۳ء، دار المصنفین، اعظم گڑھ، ص ۹۶

{۱۴} علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی، ج ۱، طبع پنجم، دار المصنفین، اعظم گڑھ، ص ۲۳۸

{۱۵} عبداللہ بن المقفع کی طرف منسوب اس واقعہ میں صداقت کی جھلک کہاں تک ہے اس بحث میں پڑے بغیر اگر اس کی دینی شخصیت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ انگشت نمائی سے بالاتر نہیں ہے۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار کا یہ کہنا درست ہے کہ وہ مسلمان کیوں ہوا؟ اس کی حقیقی وجہ تو معلوم نہیں لیکن اتنا کہا جا سکتا ہے کہ قبول اسلام کے باوجود اس کے طرز زندگی میں فرق نہیں آیا۔ ص ۴۰۷۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ تیسری صدی ہجری کے عہد عباسی کا زبردست انشاء پرداز تھا بلکہ اس عہد کی انشاء پردازی کی امامت و پیشوائی کے منصب پر فائز تھا جہاں تک اس کے زندقہ سے متعلق بات ہے وہ بڑے بڑے علماء و مورخین کے خیالات سے مصدق ہو جاتی ہے۔ مثلاً السید المرتضیٰ نے "الامالی" ج ۱، قاہرہ۔ عبد القادر بغدادی نے خزانہ الادب، ج ۳، قاہرہ، البیرونی نے ماللھند، طبع ۱۸۷۸ء، الباقلانی نے اعجاز القرآن اور ابن

(باقی صفحہ ۳۶ پر ملاحظہ فرمائیں)